سرزمین ایران (تہران)

گزشتہ شماروں میں ہم ایران کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے اس امر کی جانب اشارہ کر چکے ہیں کہ ایران میں اسلام سے قبل اور بعد از اسلام کتنے خاندان حکمراں رہے۔ سطح مرتفع ایران کی جغرافیائی وسعت و کیفیت، یہاں کی آب و ہوا اور موجودہ مملکت جمہوری اسلامی ایران کی حدود اربعہ نیز اس کی سیاسی سرحدوں کے بارے میں بھی بیان کر چکے ہیں۔ اس ملک کے حکمرانوں کی تاریخ لکھتے ہوئے ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ پہلوی خاندان کا زوال کن اسباب کی بنا پر ہوا اور جمہوری اسلامی ایران کی تشکیل میں کیا عناصر کارفرما رہے ہیں۔ اس شمارے میں ہم اس ملک کے صوبوں اور اس کی انتظامی تقسیم کا حال بیان کرتے ہوئے اس شہر اعظم کے متعلق گفتگو کریں گے جو اب جداگانہ طور پر ایک صوبہ ہے تاکہ ہمارے قارئین اس بین الاقوامی شہر کی خصوصیات سے واقف ہو جائیں۔

"راہ اسلام" کے سابقہ شماروں میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ مملکت ایران کا نظام حکومت جمہوری اسلامی ہے۔ ملک کی قیادت و پیشوائی کا اعزاز و مرتبہ ولی فقیہ کو حاصل ہے۔ ولی فقیہ کے بعد منصب صدر جمہوریہ ملک کا اعلیٰ و بلند ترین منصب ہے۔ اراکین حکومت کا انتخاب صدر جمہوریہ کی جانب سے عمل میں آتا ہے۔ جبکہ تمام مجلس شورائے اسلامی میں پیش کئے جاتے ہیں۔ مجلس کی رائے اعتماد جب ان افراد کو حاصل ہو جاتی ہے تو انہیں اراکین حکومت تسلیم کیا جاتا ہے۔ مجلس شورائے اسلامی ۲۷۰ اراکین پر مشتمل ہوتی ہے ان اراکین کا انتخاب رائے عامہ کے ذریعے ہوتا ہے اور اسے مخفی راز میں رکھا جاتا ہے۔ اراکین مجلس کے اتفاق رائے سے جب قوانین منظور کر لئے جاتے ہیں تو انہیں شورائے نگہبان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ شوریٰ ۱۲ افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کا ہر رکن درجہ فقیہ کا حامل ہوتا ہے۔ ان میں سے ۶ افراد کا انتخاب رہبر مملکت ولی فقیہ کی جانب سے ہوتا ہے اور باقی ۶ افراد کو شورائے عالیہ عدلیہ منتخب کرتی ہے۔ جب شورائے نگہبان اس امر کی تائید کرتی ہے کہ منظور شدہ قوانین شریعت اسلامیہ کے منافی نہیں ہیں تو انہیں قابل اجرا تسلیم کیا جاتا ہے۔

جمہوری اسلامی ایران کی قوت قضائیہ کی تشکیل دیوان عالی مملکت، شورائے عالی عدلیہ اور عدالت عالیہ کے ذریعے ہوتی ہے۔

حالیہ انتظامی تقسیم کے مطابق مملکت جمہوری اسلامی

ایران ۲۴ صوبوں ۱۹۸۵ء، ۱۹۵ شہرستانوں (تحصیلات ۱۹۸۵ء) اور ۵۰۹ علاقوں پر منقسم ہے۔ ہر صوبہ کا افسر اعلیٰ صوبیدار ہوتا ہے۔ جسے وزیر داخلہ مملکت کی جانب سے منتخب کیا جاتا ہے۔ ہر صوبہ میں واقع شہرستانوں کے شہرداروں کا انتخاب کر کے انہیں ان کے مراتب پر مقرر کرتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایران میں کسی صوبے کی حیثیت مستقل ریاست کی نہیں۔ داخلی امور کسی مقامی جماعت کے دست اختیار میں نہیں ہوتے بلکہ ہر صوبے کے انتظامی امور براہ راست وزیر داخلہ کی نگرانی میں مرکزی حکومت کے نائبین انجام دیئے جاتے ہیں۔

صوبہ تہران

ایران کے ۲۴ صوبوں میں صوبہ تہران خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہندوستان کے پایۂ تخت شہر دہلی سے مشابہ ہے البتہ رقبے میں اس سے کہیں زیادہ اگرچہ ابتدا میں اس کی اہمیت دہلی شہر سے زیادہ نہ تھی لیکن اب چونکہ ملک کا دارالحکومت ہے اس لئے آہستہ آہستہ وسیع و عریض ہونے لگا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر طرف سے اپنے گرد و نواح کے علاقوں سے متصل ہو گیا اس وسعت پذیری کے بعد ہی تہران عظمیٰ کی تشکیل عمل میں آئی۔ اگرچہ دیگر تمام صوبوں کی مانند یہ بھی ایک صوبہ ہی ہے مگر ان سے کہیں زیادہ مختلف۔ لیکن بہر صورت اب یہ جمہوری اسلامی ایران کا مرکز و دارالحکومت ہے۔ تازہ ترین مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۸۶ء میں اس کی آبادی ساٹھ لاکھ سے زیادہ نفوس پر مشتمل تھی۔ اس شہر کی ترقی و توسیع شاہ طہماسپ اول صفوی (۱۵۲۴ء تا ۱۵۷۶ء) کے عہد سے شروع ہوئی۔ اس کے حکم سے ۱۵۵۳ء میں ایک بازار کی تعمیر ہوئی اور شہر کے گرد فصیل بنائی گئی۔ قاجاری خاندان کا بانی آغا محمد خان (۱۷۷۹ء تا ۱۷۹۷ء) جب تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو اس نے اس شہر کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا جس کے باعث اس شہر میں بہت سے عالیشان محلات شاہی اور ایوانات عالی کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ آغا محمد خان قاجار کے بعد اس کے جانشین فتح علی شاہ (۱۷۹۷ء تا ۱۸۳۴ء) نے بھی اس شہر کو اپنے دارالسلطنت کی حیثیت سے پسند کیا۔ جس کی وجہ سے اس شہر کی رونق و آبادی میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ چنانچہ اس کے عہد سے اب تک یہ ملک کا اہم ترین شہر اور دارالحکومت ہی چلا آ رہا ہے۔

شہر تہران: انقلاب سے قبل کی دھندلی کیفیت اور مسلط کردہ جنگ کی گولہ باری کے باعث اس کے گلی کوچوں میں صفائی کی جو کمی ہے اگر اس سے چشم پوشی کی جائے تو یہ زندہ دل اور حیثیت متحرک و پر جوش شہر ہے۔ قدیم روایات اور عہد کی تمام ضروریات کا حامل ہونے کے باعث یہ ایسا شہر بن گیا ہے جس میں قدیم و جدید عناصر کا باہمی امتزاج نظر آتا ہے۔ تہران اور اس کی مختلف ابعاد کو درک کرنے کے لئے چشم بینا اور عمیق تدبر درکار ہے۔ بہر صورت یہ شہر جیسا بھی ہے مگر اپنے مہمانوں کو ہمیشہ

میدان انقلاب انتہائی چہل پہل والا مرکز جو اوائل انقلاب کی یاد تازہ کرتا ہے۔

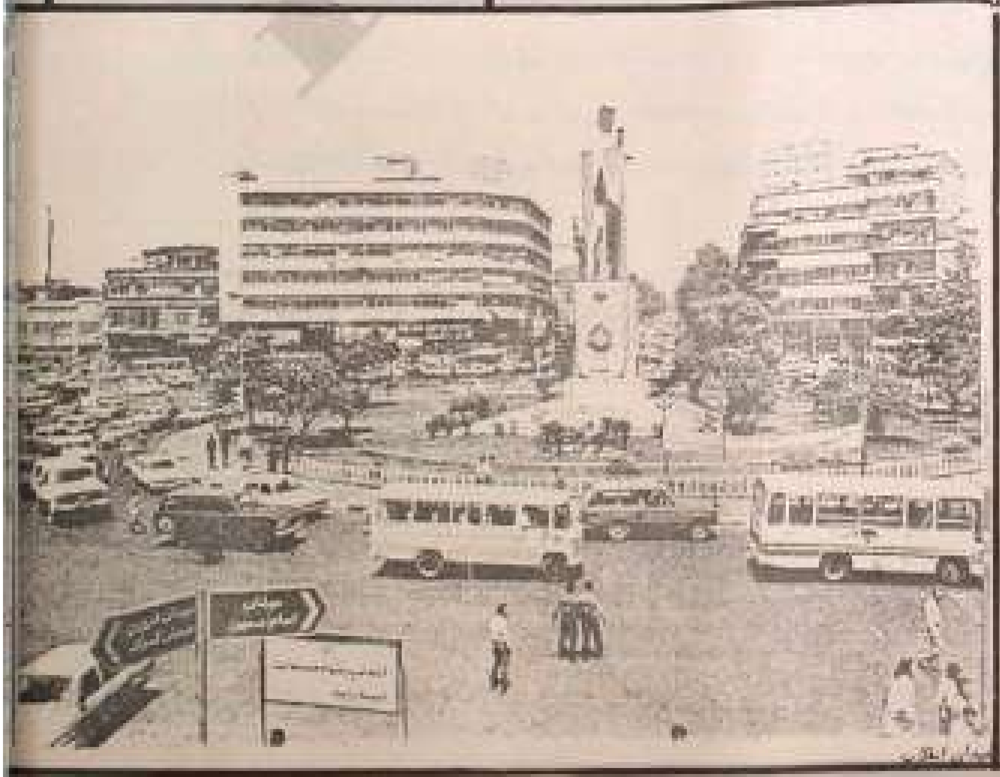

اس میدان میں اوائل
... ۱۳۵۷ھ ش
... ہزاروں
افراد راہ اقتصادی
اسلام و انقلاب اسلامی
درجۂ شہادت پر
فائز ہو گئے۔ اس کے بعد
میدان کا نام "ژالہ" سے
شہدا ہو گیا ہے۔

میدان شہدا (میدان ژالہ سابق)

ہ آئینہ کہتا ہے۔ چنانچہ ہر وہ شخص جو یہاں پہلی مرتبہ وارد ہوتا ہے اسے یہ شہر ترو تازہ و مرغوب نظر آتا ہے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں عظیم ترین سیاسی و مذہبی اجتماعات ہوتے ہیں ان میں سے قطع نظر اس شہر کا جغرافیائی محل وقوع بھی قابل دید ہے۔ اس شہر نے کوہ دماوند کی ۵۶۷۱ میٹر اونچی چوٹی کے پہلو میں شمالی ایران کے پہاڑی پروں اور وادیوں کے درمیان اپنے دامن کو اس قدر وسیع کیا ہے کہ وہ کویر تنگ کی ریگزار سرحد سے جا ملا ہے۔ اپنی وسعت کے اعتبار سے یہ دنیا کا وسیع پایۂ تخت ہے۔ اگرچہ یہ نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ ایک ایرانی شہر ہے مگر اس کے شرقی و مغربی عناصر و کیفیات کا مظہر اور ان کے امتزاج کا منظر پیش کرتا ہے۔

اسی ترقی کے باعث گزشتہ دس سال کے دوران مہاجرین کا ایک سیل ہے جو اس طرف پیہم چلا آ رہا ہے جس کی وجہ سے اس شہر کی بنیادی شکل و ہیئت ہی بدل گئی ہے۔ اس شہر نے اپنے روایتی مظاہر کی پاسداری کرتے ہوئے از سر نو تعمیر میں ... دنیا کے تمدنی اثرات بھی قبول کئے ہیں۔ چنانچہ ان روایتی و مذہبی آثار و تعمیرات کے پہلو بہ پہلو جو خالص اسلامی تہذیب کی آئینہ دار ہیں ایسی بھی بلند و بالا غربی عمارات نظر آتی ہیں جو اہل دانش و بینش کو دعوت نظارہ دیتی ہیں۔

بین الاقوامی زمینی و فضائی مسافرتی گاہوں (TERMINALS) کے پہلو بہ پہلو ایسی شاہراہیں اور چھوٹی بڑی گزرگاہیں بھی موجود ہیں جو اس شہر کو قرب و جوار کے سروں سے منعکس کرتی ہیں۔

تہران، مملکت جمہوریہ اسلامیہ کا دل ہے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں عظیم و اہم فیصلے کئے جاتے ہیں۔ یہ سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی زندگی کا محور و مرکز ہے۔ چونکہ دینی مدارس کا شہر قم اس کے بہت نزدیک واقع ہے اور اس کے ساتھ براہ راست اس کا تعلق ہے، اسی لئے مسجد سپہ سالار کے باعث اس دیار آباد کو دینی مرکز سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ تہران اسلامی انقلاب کا دست و بازو ہے اور ساکنین شہر مشرق وسطیٰ کے انتہائی پرجوش و سرگرم انسان۔ وہ تمام ممالک جنہیں عہد حاضر کے ایران سے کسی طرح کا سروکار ہے، ان کے سفارت خانے اسی شہر میں واقع ہیں اور انہی کے درمیان سفارت خانۂ فلسطین بھی ہے جس کے وجود سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایران کا اہل حق کے ساتھ کتنا گہرا ربط و تعلق ہے۔ اس شہر میں ہر شخص اپنے ذوق و شوق کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ یہاں ایسے متعدد فنون لطیفہ کے مراکز ہیں جہاں نہ صرف پیشہ ور فنکار جمع ہوتے ہیں بلکہ اہل ذوق بھی اپنے جذبۂ جمالیات کی تسکین کے لئے آتے ہیں۔ اس شہر کے اطراف میں ایسے نوادر خانے بھی ہیں جہاں عجائبات عہد قدیم کے نمونے محفوظ ہیں اور ایسے نگار خانے بھی جہاں عالمی شہرت یافتہ نگاروں کی تازہ ترین تخلیقات نمائش کے لئے پیش کی گئی ہیں۔ اہل ذوق و نظر ان کی تلاش و جستجو میں لگے رہتے ہیں اور ہر نئی تخلیق دیکھ کر اپنے جذبۂ شوق کو سیراب کرتے ہیں۔

اس کی جغرافیائی وضع و کیفیت اور آب و ہوا میں تنوع ہے۔ چنانچہ جو شخص بھی جس ذوق کو شائق و طالب ہے وہ اپنے مذاق کے مطابق یہاں آرام و آسودگی حاصل کرتا ہے۔ یہاں کا موسم سرما اتنا سرد ہوتا ہے کہ ہر طرف برف ہی برف نظر آتی ہے۔ موسم بہار انواع و اقسام کے لالہ و گل سے پُر بہار اور ہر قسم کی خوشبو سے مالا مال ہوتا ہے۔ گرمی کی تمازت بھی شدید ہوتی ہے۔ یہاں خورشید اسی آب و تاب سے چمکتا ہے جو سرزمین مشرق کا خاصہ ہے۔ اس کی فصل خزاں دل انگیز اور حسین خوابوں کی مانند دلکش ہوتی ہے۔ وہ پانی جو دور سے تہران اور یہاں کے لاکھوں تشنہ لب انسانوں کو سیراب کرتا ہے، وہ اس کے اطراف میں واقع کوہستانی سلسلے کے چشموں سے آتا ہے جسے کرج اور لتیان کے مقامات پر پہاڑوں کے درمیان بند بنا کر روک دیا گیا ہے۔ جہاں اصول صحت کے مطابق اسے مصفا کر کے ان نلوں میں جاری کر دیا جاتا ہے جو یہاں کے ہر گھر تک پہنچتے ہیں۔

اس شہر کے اطراف میں کئی جگہ ایسی قدرتی اور مصنوعی جھیلیں بھی ہیں جو ہر نو وارد کا خیر مقدم کرتی ہیں۔ ان کے کنارے بیٹھ کر اگر کوئی شخص آرام کرنا چاہے تو آرام بھی کر سکتا ہے۔ اگر ماہی گیری کا شوقین ہو تو مچھلیوں کا شکار کر سکتا ہے۔ اور اگر چاہے تو سیاحت سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ درحقیقت شہر کے اطراف میں واقع یہ جنگل و جھیلیں ہیں جنہوں نے یہاں کی فضا کو اس قابل بنا رکھا ہے کہ آدمی اس تیز رفتار وسائل نقل و حمل کے باوجود جو یہاں کی زندگی کا خاصہ ہیں سکون پذیر ہو سکے۔

ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اگر سیاح تہران جائیں تو ان افسانوی شاہی محلات اور ایوانوں کو جو عہد گذشتہ میں قصر شاہی کہلاتے تھے آزادی سے دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اسلامی انقلاب کا فیضان ہی ہے کہ اب یہ محلات شاہی عوام کی ملکیت ہیں۔ انہیں نوادر خانوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے، اور اس کے دروازے یہاں کے ہر شخص پر کھول دیئے گئے ہیں۔ گلستان محل، نیاوران محل اور سعد آباد محل چار سو ایکڑ زمین سے زیادہ رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان کا شمار ایسے حسین و جمیل افسانوی محلات میں ہوتا ہے جن کا تصور انسان عالم خواب میں ہی کر سکتا ہے۔

تہران کے دیگر قابل دید مقامات میں مسجد امام خمینی ہے جو عظیم عبادت گاہ ہے۔ اس کا وسیع صحن، دلکش دالان، روغنی خشت پاروں سے آراستہ و مزین حسین گنبد، خوشنما مینار اور صدر دروازے کی جاہ و شوکت ایسی چیزیں ہیں جو ہر عابد و سیاح کے لئے باعث کشش ہیں۔ امام زادہ حضرت یحییٰ، امام زادہ حضرت محمد اور امام زادہ حضرت سید اسمٰعیل کے مقبرے بھی یہاں کے قابل دید مقامات میں شامل ہیں۔ ان کے وسیع و عریض صحن، پر شکوہ ایوان، ان سے متصل ہر مسجد کی رواق و پیشانی، مقبرے کے گرد جالی وغیرہ اور اندرون روضہ در و دیوار پر آئینہ کاری، تہ خانے اور سرد آبے، امر واقعہ ہے کہ گنبدوں کی روغنی خشت پاروں کی آرائش و زیبائش نیز سقہ خانے ایسی جگہیں ہیں جو ہر زائر و مسافر کے لئے باعث عقیدت و کشش ہیں۔

تہران کی دیگر قابل دید جگہیں وہ تفریح گاہیں ہیں جن میں بچوں اور نوجوانوں کے لئے ورزش اور تندرستانہ تفریحات کا ساز و سامان مہیا کیا گیا ہے۔

جی ہاں! تہران متضاد خوبیوں کا شہر ہے۔ تہران قدیم روایات کا آئینہ دار بھی ہے اور جدید دنیا کا ایک شاندار شہر بھی۔ اس کے بازاروں میں اب بھی وہی روایتی شان و رونق نظر آتی ہے۔ مگر ان کے پہلو بہ پہلو عہد جدید کے تاجروں کے دفاتر اور سوداگروں کی منڈیاں بھی ہیں۔ یہاں ہر قسم کا سامان خواہ وہ مقامی صنعت و حرفت کا شاہکار و نمونہ ہو یا درآمدی مال سب کچھ موجود رہتا ہے۔

تہران ایسا شہر ہے جس کی طرف جنوب، مغرب اور شمال و مشرق سے انسانوں کا سیل بہا چلا آرہا ہے۔ یہاں کے وسائل نقل و حمل دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ تہران تجارت و اقتصادیات کا شہر ہے۔ تہران گرم رفتار بھی ہے اور قدیم روایتی نرم رفتار زندگی کا آئینہ دار بھی۔ تہران میں جوانی کا جوش و ولولہ ہے۔ اس کے رگ و ریشے میں برق زندگی کا خون دوڑتا رہتا ہے۔ یہ وہ شہر ہے جس نے ہزاروں سال قدیم روایات کو زندہ رکھتے ہوئے قدیم ورزش کے طریقوں اور کسرت کے داؤ پیچوں کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔ یہاں کے اکھاڑے اور زورخانے وہ جگہیں ہیں جہاں جان و تن کی بالیدگی و پرورش ہوتی ہے۔ یہاں استاد پہلوان اپنے دست و بازو کا زور دکھا کر اپنے شاگردوں کو کشتی کے گُر سکھا کر ان کے حوصلے بڑھاتے ہیں۔

تہران جمعہ کے دن پرشکوہ اور روحانیت سے سرشار نظر آتا ہے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں لاکھوں کی تعداد میں مومنین باجماعت نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ ہر ہفتہ اسی روز دانشگاہ تہران نمازگزاروں کا خیر مقدم کرتی ہے۔

نماز جمعہ اور دانشگاہ!! یہ خود ہی ایک غیر ملکی کے لئے ایک سوال ہے جو پہلی مرتبہ یہاں نمازگزاروں کو صف آرا دیکھتا ہے۔ اصولاً فریضہ نماز جمعہ کسی مسجد میں ادا کیا جانا چاہئے۔ لیکن دنیا میں کون سی ایسی وسیع و عریض مسجد ہے جہاں لاکھوں کی تعداد میں اہل ایمان بیک وقت بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہو سکیں۔ اگرچہ اس سوال کا جواب نہیں جو کسی بھی ذہن میں ابھر سکتا ہے البتہ یہ سوال بے جا بھی نہیں۔ دانشگاہ میں لاکھوں مومنین کا مجتمع ہو جانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ایمان و علم کے درمیان گہرا ربط و تعلق ہے جسے کبھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام علم و دانش کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایمان و علم ایسے دو سگے بھائی ہیں جن کی ولادت بیک وقت ہوئی ہو۔ اگر ان میں سے ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا جائے تو دونوں ہی جل کر خاکستر ہو جائیں گے۔

پہلے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ تہران عجائب روزگار شہر ہے۔ اس لحاظ سے یہاں کی دانشگاہ بھی عجیب رہی ہے۔ یہ وہ عظیم درسگاہ ہے جہاں طالبان علم کو دین، سیاست، اخلاق کا درس دیا جاتا ہے جہاں مادیت سے زیادہ اب معنویت کی جانب توجہ دی جاتی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں طالبان معرفت اہل تحقیق اور متلاشی علم و دانش بیک وقت یکجا نظر آتے ہیں۔ دانشگاہ تہران آج انتہائی وسیع پیمانے پر انواع و اقسام کے علوم و فنون کے ذریعہ ایک نوع قوم کی صورت گری کے اہم کام انجام دے رہی ہے۔ اس دانشگاہ کے دروازے آج پھر طالبان حق اور اہل علم و دانش کے لئے کھل گئے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں طلبہ و طالبات درس و تدریس کے ساتھ علمی مباحثے میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ یہاں صرف مادیت پر ہی زور نہیں دیا جاتا بلکہ معنویت کی جانب بھی خاص توجہ دی جاتی ہے۔

حوالے:

۱۔ ملک کے قائد و رہبر کی خصوصیات، اس کے اوصاف و اختیارات اور فرائض کے بارے میں واقفیت بہم پہنچانے کیلئے جمہوری اسلامی ایران کے بنیادی قانون کی دفعہ [illegible] سے [illegible] تک ملاحظہ ہوں۔

2. Vote of Confidence.
3. Supreme Council of Justice.

۴۔ اس ضمن میں جمہوری اسلامی ایران کے بنیادی قانون کی دفعات [illegible] سے [illegible] تک ملاحظہ ہوں۔

5. (JUDICIARY) 6. (HIGH COURT)
7. Supreme Court 8. Province.
9. Township 10. District.
11. Governor. 12 Mayor.

۱۳۔ ان چوبیس صوبوں کے نام یہ ہیں: ۱۔ تہران مرکزی، ۲۔ گیلان، ۳۔ مازندران، ۴۔ آذربائیجان شرقی، ۵۔ آذربائیجان غربی، ۶۔ باختران، ۷۔ خوزستان، ۸۔ فارس، ۹۔ کرمان، ۱۰۔ خراسان، ۱۱۔ اصفہان، ۱۲۔ سیستان، ۱۳۔ بلوچستان، ۱۴۔ کردستان، ۱۵۔ ہمدان، ۱۶۔ چہار محال بختیاری، ۱۷۔ لرستان، ۱۸۔ ایلام، ۱۹۔ بویراحمد و کہگیلویہ، ۲۰۔ بوشہر، ۲۱۔ زنجان، ۲۲۔ سمنان، ۲۳۔ یزد، ۲۴۔ ہرمزگان۔

بقیہ:

اداریہ

لیا ہے اور آج ملت اسلامیہ ایران کو نمونہ عمل قرار دیتے ہوئے مجبور ہو رہا ہے۔ مسلسل حملات میں اضافہ کر لیا ہے اور اپنے عظیم مظاہروں اور ایسی مثالی ہڑتالوں کے ذریعہ غاصبوں کی کمر توڑ دی ہے۔ اگرچہ فلسطینی عوام کو آزادی و اپنی اسلامی شرافت کے تحفظ کی راہ میں گرانقدر شہیدوں کا ہدیہ بھی پیش کرنا پڑا ہے اور گھر و بندوق کے کندوں کی چوٹ سے ان کے ہاتھ پیر اور جسم کی ہڈیاں آئے دن ٹوٹتی رہتی ہیں۔ [illegible] کی پنڈلیوں کو تیز دھار خنجروں سے کاٹ دیا جاتا ہے لیکن ان تمام [illegible] مظالم کے باوجود وہ اپنے مقدس ارادوں سے [illegible] نہیں اختیار کرتے اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ عظیم مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے بھاری قیمت بھی چکانی پڑتی ہے جیسا کہ ایرانی قوم اپنے مقصد کی راہ میں گرانقدر قربانیاں پیش کر چکی ہے اور آج بھی پیش کر رہی ہے۔

اور آج ہم فلسطینی عوام قدس کی [illegible] ایسے حالات میں مناسب ہے [illegible] ملت اسلامیہ فلسطین گزشتہ دو مہینوں سے غاصب اسرائیلی حکومت اور اس کے طرفداروں کے خلاف عظیم الشان انقلاب برپا کئے ہوئے ہے اور دوسری طرف عالمی صیہونیت کی جانب سے ملت فلسطین اور عالم اسلام کے خلاف عظیم سازشوں کا دور جاری ہے [illegible] ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے جانی دشمن امریکہ نے مسلمانان عالم کے قبلہ اول یعنی بیت المقدس کو غاصب اسرائیلی حکومت کے دارالسلطنت کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے اور مظلوم فلسطینی عوام پر اور زیادہ دباؤ ڈالنے کے لئے ہزاروں روسی یہودی مقبوضہ فلسطینی علاقوں کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ مذکورہ بالا اہم حوادث امام خمینیؒ کے ان خیالات کی حقیقت کو پہلے سے زیادہ واضح کر دیتے ہیں۔ ان خیالات میں انہوں نے

(باقی صفحہ ۳۲ پر)